......ضیاء شاہد......

وہ پھول اپنی لطافت کی داد نہ پا سکا

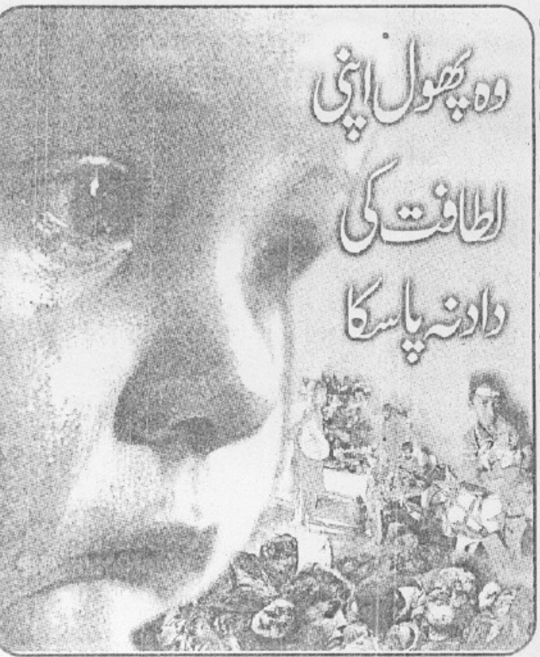

یوم اطفال کے حوالے سے خصوصی رپورٹ

ایک فرانسیسی مقولہ ہے کہ ''بچہ ایک ایسا فرشتہ ہوتا ہے جس کے پیروں کے بڑھنے کے ساتھ اس کے پنکھ چھوٹے اور مزید چھوٹے ہوتے جاتے ہیں۔ اچھے ماحول میں رہنے والے بچے ان پنکھ کو چھوٹا ہی ہونے نہیں دیتے۔''

مگر حیف ہے اس معاشرے پر کہ جو ان پنکھ کے درپے ہوتا ہے اور انہیں کاٹ کر پھینک دیتا ہے۔ کسی نے کہا کہ بچے پھولوں کی مانند ہوتے ہیں اور پودوں کی طرح پروان چڑھتے ہیں۔ مگر آہ! باغیچے کے باغباں ہی ان پھولوں کو مسل کر پھینکنے والے ہیں اور ان کی پتیوں کو نوچ ڈالتے ہیں۔

اور یہ بھی تو کسی نے کہا ہے کہ بچے مستقبل کے معمار ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس! آج کے معمار مستقبل کے ان متوقع معماروں کو ''مستقبل کے بیماروں'' میں تبدیل ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

9 جنوری کو پاکستان میں بچوں کا قومی دن منایا جا رہا ہے، ہر سال کی طرح اس سال بھی بڑے بڑے ہوٹلوں میں اس دن کی مناسبت سے سیمینارز، کانفرنسز، سمپوزیم، ورکشاپس کے ذریعے بچوں کی حالتِ زار کے حوالے سے تقاریر کی جائیں گی، جھوٹے سچے دعوے کئے جائیں گے وعدے وعید ہوں گے، قراردادیں پیش کی جائیں گی بچوں کی فلاح و بہبود کے منصوبے بنائے جائیں گے لیکن ہوٹلوں اور گیراجوں میں کام کرنے والے ''چھوٹے'' 9 جنوری کے بعد بھی چھوٹے ہی رہیں گے۔ سڑکوں، گلیوں میں رُلنے والے بچے یونہی رُلتے رہیں گے۔ یہ بچے عموماً ان نام نہاد خدمات اور سہولتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جن کی کانفرنسز اور سیمینارز وغیرہ کے ذریعے تشہیر کی جاتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق ملکی آبادی کا تقریباً 10 سے 20 فیصد حصہ غریب تر شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ آبادی کے اس طبقے کے بچے مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کے دفترِ شماریات، مردم شماری کے ادارے، وزارت مالیات وغیرہ نے صفر سے 18 سال کی آبادی کا تناسب 50 فیصد قرار دیا ہے۔ آبادی میں اضافے کے باعث بھی غریب و نادار اور انتہائی نامساعد حالات کا شکار بچوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہو رہا ہے جبکہ خدمات اور سہولتیں اس رفتار سے مہیا نہیں کی جاتیں۔ خاص کر غریب اور پسماندہ علاقوں میں ایسے بچے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ان معصوم بچوں کو بچپن بھی نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ناداری اور بے بسی کے باعث مناسب رہائش، غذا، علاج معالجے، تعلیم و تربیت، کھیل کود حتیٰ کہ اکثر و بیشتر والدین کی مالی و معاشرتی پریشانیوں اور مجبوریوں کے سبب پدرانہ شفقت اور مادرانہ محبت تک سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ان میں سے اکثر بچے کسی ہوٹل، گیراج، دکان یا گھروں میں ملازم کرا دیئے جاتے ہیں یا ہو جاتے ہیں یا گلیوں میں بے مقصد گھومتے پھرتے ہیں اور اسی طرح اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔

یہاں ہم ان بچوں کے بارے میں چند ٹھوس حقائق پیش کر رہے ہیں۔ یہ کوائف و حقائق حکومتِ پاکستان کے مختلف اداروں جن میں قومی کمیشن برائے بہبود و ترقیٔ اطفال، خصوصی تعلیم و سماجی بہبود ڈویژن اور یونیسیف کی متعلقہ وزارت ہائے تعلیم، صحت، دیہی ترقی کے شعبوں کی تحقیقات اور ان کے مطالعات سے اخذ کئے گئے ہیں۔

یتیم بچے:۔ پاکستان میں یتیموں کی دیکھ بھال اور پرورش دو صورتوں میں ہوتی ہے، گھر یا خاندان یا یتیم خانوں میں۔ امیر گھرانوں میں تو ان کے لئے اکثر ہر مطلوبہ سہولت میسر آ جاتی ہے سوائے اس صورتحال کے کہ جب اس بچے کے دیگر متعلقین حرص و ہوس کی بنا پر اسے اس کی جائیداد کے حق سے محروم کرنا چاہیں۔ بلکہ بعض اوقات جائیداد کے حصول کے لئے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور بسا اوقات تو قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ تاہم اکثر گھرانوں میں یتیموں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جاتا ہے۔ یتیم خانوں میں ایسے بچوں کے لئے معیاری خدمات اور سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے جس کی بڑی وجہ مالی وسائل کی کمی ہوتی ہے۔ اس لئے انہیں ان کی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق دنیاوی سائنسی علوم اور فنی تربیت دینے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ اکثر بچے ان اداروں کا سب کام خود کرتے ہیں۔ بعض ایسے ادارے یتیموں کا استحصال بھی کرتے ہیں۔ اس بنا پر حکومت نے 1976ء میں ایک قانون وضع کیا تھا جس کے تحت یتیم خانوں کی نگرانی اور رہنمائی کے ساتھ ساتھ ان کی امداد کے لئے سفارش بھی کی جاتی ہے۔ پاکستان میں یتیم بچوں کی تعداد اس وقت تقریباً ساڑھے چار لاکھ

ہے جبکہ یتیم خانوں کی تعداد صرف 43 ہے۔ ان اداروں میں ''اپنا گھر'' انجمن حمایت اسلام کا دارالشفقت کاشانہ اور چند دیگر ادارے ہیں۔

مغربی ممالک میں یتیم بچوں کے لئے بڑے ادارے قائم کرنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے گھروں میں 7,6 یتیم بچوں کو کسی معمر خاتون یا مرد کے ساتھ رکھنے کا اہتمام کیا گیا تاکہ انہیں گھر کا سا ماحول اور والدین کی محبت اور رہنمائی مل سکے۔ اس سلسلے میں پاکستان میں تجرباتی بنیاد پر اس وقت 13 ایسے گاؤں قائم کئے گئے ہیں جن میں 16 تا 20 گھر ہوتے ہیں اور ہر گھر میں 7,6 بچے ایک معمر جوڑے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس گاؤں میں تمام بنیادی سہولتیں فراہم کر دی گئی ہیں۔ تاہم اس نظام پر لاگت زیادہ آتی ہے۔

بے سہارا محروم بچے:۔ بے سہارا، لاوارث محروم بچے بھی یتیموں ہی کی سی مشکلات و مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان کی آخری آماجگاہ بسا اوقات مذکورہ بالا یتیم خانے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ ان میں سے بہت سے بچے مجرموں اور بدکردار ظالموں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں، بعض بچے پیشہ ور گداگروں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں اور تاحیات اسی پیشے سے منسلک رہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یوں نہ صرف بے شمار انسانی زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں بلکہ قوم کا انسانی سرمایہ بھی ضائع ہوتا ہے۔

محنت کش بچے:۔ بچوں کا یہ طبقہ جو ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے محنت کش بچوں کا طبقہ ہے۔ پاکستان میں افرادی قوت یا مزدور طبقے میں 10 سال سے بڑی عمر کے بچے، جوان اور بوڑھے شامل ہیں جبکہ قانون 14 سال تک کی عمر کے بچوں کو بھی مزدوروں کے طور پر کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ 1973ء کا لیبر قانون، 1934ء کا فیکٹری ایکٹ اور دوسرے بچوں کے قوانین مجریہ 1952ء اور 1991ء کی بہت سی شقیں 14 سال سے کم عمر بچوں کو مزدوری سے روکتی ہیں بلکہ ایسے کارکنوں کے مالکوں کو مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے۔ آئین پاکستان میں اس امر کی واضح نشاندہی کی گئی ہے کہ بچوں سے ہر قسم کی جبری مزدوری لینا خلاف قانون ہے۔ کیونکہ محنت کش بچے اکثر و بیشتر کام کے بعد ذہنی گراوٹ اور جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے مخرب الاخلاق سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ کارخانوں، فیکٹریوں وغیرہ میں کام کرنے والے بچے مختلف قسم کی بیماریوں میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ان سارے قوانین کے باوجود ہوٹلوں، تنوروں، چائے خانوں، گیراجوں، کارخانوں، دکانوں، گھروں الغرض ہر جگہ ہزاروں محنت کش بچے برسر کار نظر آتے ہیں۔ مگر حکومت ان سے چشم پوشی کرتی ہے۔ اسی طرح معاشرے کے دیگر طبقات بھی اس حوالے سے کوئی آواز بلند نہیں کرتے، حتیٰ کہ ٹریڈ یونینز کہ جو مزدوروں کے حقوق کے لئے ہر طرح کے اقدامات کرتی ہیں، چائلڈ لیبر کے حوالے سے ایک لفظ تک زبان سے ادا نہیں کرتیں۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت تقریباً 80 لاکھ بچے مزدوری کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اہم مسئلے کی جانب بھرپور توجہ دی جائے اور ایسے محنت کش بچوں کی صحت اور تعلیم و تربیت کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے تعاون کیا جائے تاکہ ان بچوں کو ان کا فطری اور جائز حق مل سکے۔

مغوی اور گداگر بچے:۔ ایک اہم گھناؤنا سماجی مسئلہ بردہ فروشی ہے۔ ایسے بچے ظالموں، بردہ فروشوں، پیشہ ور گداگروں، خرکاروں اور دوسرے مجرموں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا شکار بنتے ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد تھوڑی ہے تاہم آئے دن ان کا چرچا ذرائع ابلاغ سے ہوتا رہتا ہے۔ ایسے بچے بعض اوقات اغواء کنندگان، پیشہ ور گداگروں اور دوسرے مجرموں کی جنسی ہوس کا بھی شکار ہو جاتے ہیں اور بے بسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

بعض ظالم ان معصوم بچوں کے ہاتھ پیر توڑ کر انہیں مکمل یا جزوی طور پر مفلوج کر دیتے ہیں تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں اور جنہیں لوگ رحم کھا کر بھیک بھی زیادہ دیں۔ ایسے مظلوم بچے اکثر اپنی شخصیت، اپنی زندگی سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ اغوا ہونے والے بہت سے بچے غریب خاندان کے ہوتے ہیں۔ ان کے والدین تاوان کی رقم دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ حکومت نے اس کی سزا موت مقرر کی ہوئی ہے۔ اغوا برائے تاوان کے حوالے سے چند سال قبل ایک ہولناک واقعہ پیش آیا جب لاہور میں رہائش پذیر ایک ظالم و شقی القلب انسان نے ایک اخبار کے دفتر میں آ کر انکشاف کیا کہ اس نے تاوان کے چکر میں 100 سے زائد معصوم بچوں کو اغوا کرنے کے بعد ان سے بدفعلی کی اور بعد ازاں انتہائی شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گلا گھونٹ کر اور پھانسی دے کر ان کی لاش کو تیزاب میں گلا دیا جس میں ان مظلوموں کی ہڈیاں تک گل گئیں۔ ملزم ظفر اقبال کے اس انکشاف اور نشاندہی پر پولیس نے مذکورہ مکان میں چھاپہ مارا تو وہاں تیزاب کے کئی ڈرم، بدنصیب مظلوم بچوں کے جوتے اور کپڑے، پھانسی کے پھندے وغیرہ برآمد ہوئے۔ اس مکان سے ملزم کے چند نوعمر ساتھی بھی گرفتار ہوئے جو کہ ملزم کی معاونت کرتے تھے۔ ملزم نے مرنے والے بدنصیب بچوں کے کپڑوں اور جوتوں پر ان کے نام کی چٹیں لگا رکھی تھیں تاکہ بدنصیب بچوں کے والدین اپنے بچوں کے کپڑوں کو شناخت کر سکیں۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے عدالتی ریمانڈ حاصل کر لیا۔ مگر تفتیش کے دوران کچھ ایسے شواہد ملے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس وحشیانہ فعل میں ''کچھ اور'' لوگ بھی شامل ہیں۔ اس انکشاف پر ایک ہلچل سی مچ گئی۔ مگر چند روز بعد اچانک پولیس لاک اپ میں ملزم ظفر اقبال پراسرار طریقے سے چل بسا۔ پولیس نے اسے خودکشی قرار دیا۔ اس طرح معاملے کو دانستہ دبا دیا گیا۔

گزشتہ چند مہینوں سے کراچی سمیت ملک کے دیگر شہروں میں معصوم بچوں کے اغواء کی وارداتوں میں اچانک اضافہ ہو گیا ہے۔ چند دن قبل کراچی میں یکے بعد دیگرے کئی بچے اغوا کئے گئے اور بعد ازاں ان کو سفاکی سے قتل کر کے ان کی لاشیں مختلف جگہوں پر پھینک دی

امریکہ: دنیا بھر کے بچوں کا قاتل

ہر سال 20 نومبر کو اقوام متحدہ کی جانب سے عالمی یوم اطفال منایا جاتا ہے۔ اس دن کو بچوں کے نام کرنے کی وجہ بچوں پر زیادہ اور بہتر توجہ دینا ہے جن سے عالمی صلح و اخوت کی بنیاد وابستہ ہے۔ اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق سے متعلق منشور کے ایک حصے میں درج ہے کہ اقوام متحدہ کے درمیان مفاہمت، بردباری اور دوستی نیز صلح اور عالمی اخوت کی بنیاد پر بچوں کی پرورش اس طرح ہونی چاہئے کہ وہ ایک طاقتور جذبے کے ساتھ اپنی استعداد و صلاحیت کو اپنے ہم عصروں کی خدمت کے لئے بروئے کار لائیں۔ اس منشور کی عبارت سنہرے الفاظ میں درج ہے لیکن آج اقوام عالم بالعموم امت مسلمہ بالخصوص جن حالات سے دوچار ہے وہاں درج بالا سارے الفاظ اپنے معنی کھو بیٹھے ہیں۔ مفاہمت، بردباری اور دوستی، صلح اور عالمی اخوت اب ان الفاظ کو اس منشور بنانے والے کو واپس کر دینا چاہئے اور ہمیں یہ اعلان کرنا چاہئے کہ مسلمان نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم برداشت کرتا ہے۔ اس قسم کے منشور اور اعلانات دنیا کے مظلوم بچوں پر ہونے والے ظالموں کے ظلم پر ایک پردہ ہے۔ دنیا بھر کے بچے جو کہ نہ صرف سیاسی لحاظ سے بلکہ اجتماعی لحاظ سے بھی بحیثیت انسان اپنے حقوق کی حصولی کا ادراک اور توانائی نہیں رکھتے، ان کی اس کمزوری سے غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے امریکہ جو خود کو انسانیت کا سب سے بڑا محافظ اور تہذیب و تمدن کا علمبردار سمجھتا ہے درحقیقت انسانیت کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ بالعموم غریب اور ترقی پذیر ممالک بالخصوص اسلامی ممالک کے خلاف اس کا معاندانہ رویہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ انسانیت کے لبادے میں انسانیت کا قاتل اور تہذیب و تمدن کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ انسانی حقوق خاص طور پر بچوں کے حقوق کے حوالے سے امریکہ کا چہرہ بظاہر روشن اور اندرون چنگیز تر ہے۔ اس کی انسان دشمن سرگرمیوں خاص طور پر بچوں پر بالواسطہ اور بلاواسطہ پر کئے جانے والے مظالم سے پوری دنیا آگاہ ہے۔ افریقی ممالک میں قحط سالی کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں افراد بشمول بچوں کے، بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے رہے مگر امریکہ اپنی معیشت کے استحکام کے لئے لاکھوں ٹن گندم ہر سال سمندر برد کرتا رہا۔

اپنے مفادات کی خاطر امریکہ نے عراق کے خلاف اقتصادی پابندی عائد کی جس کے نتیجے میں عراق میں ادویات اور غذائی قلت کا شکار ہو کر 5 لاکھ سے زائد بچے جاں بحق ہوئے۔ پوری دنیا نے امریکہ کے اس اقدام پر گیر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر امریکہ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک میں جارحیت کے نتیجے میں بے شمار بچے ہلاک ہوئے، متعدد زخمی یا معذور ہو گئے، لاکھوں بچے یتیم ہو گئے۔ لاتعداد بے گھر ہو گئے۔ ان کی تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی حقوق سے محرومی امریکہ کی اسی جارحیت پسندی کا نتیجہ ہے۔ 9/11 کے بعد امریکہ نے یکے بعد دیگرے مسلمان ممالک کو دہشت گردی کا لیبل لگا کر اپنی جارحیت کا ہدف بنا لیا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے نام پر امریکہ نے افغانستان کے نہتے اور مظلوم عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ نیپام، ڈیزی کٹر اور ہائیڈروجن بموں سے افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ ہزاروں بے گناہ افغانوں کو شہید کیا گیا، اسپتال، گھر، تعلیمی ادارے ہر جگہ پر بم برسائے گئے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ امریکہ کا اگلا نشانہ عراق بنا۔ جہاں لاکھوں بے گناہ عراقی بچے امریکی درندگی سے متاثر ہوئے جب کہ فلسطین اور کشمیر سمیت چیچنیا، صومالیہ اور دیگر مسلم ممالک میں لاکھوں بچے امریکی اقدامات اور پالیسیوں کے نتیجے میں متاثر ہو رہے ہیں۔